اور کوئی مناسک حج کی مہارت پیدا کرنا چاہتا ہے تو مکہ اور اگر فقہ چاہتا ہے تو کوفہ[ا]"۔

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دس سالہ مدنی زندگی میں جس سیاست کی بنیاد ڈالی تھی اور خاص کر آخری سالوں میں ایران و روم کے لئے جو کارروائی شروع کی تھی۔ اس کو آپ کے جانشینوں نے جاری رکھا اور جب عراق و شام و مصر بھی شہرِ مدینہ کے نظامِ مرکزی میں منسلک ہو گئے تو ناگزیر بہت سے صحابہ اُن مقبوضہ علاقوں میں جا متوطن ہو گئے، اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے جو فقہی مذاہب رائج ہیں وہ زیادہ تر تین ہی صحابہ کے مکاتب کی روایات کے حامل ہیں، یعنی حضرت ابنِ مسعود، حضرت ابنِ عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابنِ مسعود جیسا کہ بیان ہوا کوفہ جا بسے تھے، جو نو آباد اور خالص عربی شہر تھا اگرچہ عراق میں واقع اور ایرانی تمدن کے اثرات سے گھرا ہوا تھا اور ان کے تعلیمی سلسلے کی براہِ راست پیداوار علقمہ نخعی پھر حماد اور پھر ابو حنیفہ ہیں۔

حضرت ابنِ عمر زیادہ تر حجاز میں رہتے تھے، ان کے شاگردوں میں ان کے مولانا فع نے بڑا امتیاز حاصل کیا، امام مالک انہیں کے شاگرد تھے اور مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ امام مالک کے شاگرد امام شافعی اور امام شافعیؒ کے شاگرد امام احمد بن حنبل ہیں۔

حضرت علی پیغمبرِ اسلام کے چچا زاد بھائی، پروردے اور داماد تھے، زیادہ تر مدینے میں رہے، آخری عمر میں سیاسی ضرورتوں سے کوفے جا رہے تھے۔ ان کی تعلیم کا ایک خاندانی سلسلہ بھی چلا، اور جملہ شیعہ مذاہب اسی کی شاخیں ہیں۔

[ا] مناقب ابی حنیفۃ للصیمری مخطوط استنبول (فوٹو دراحیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد) ورق ۱۶/۱ نیز معجم البلدان یاقوت ذکر کوفہ

رحیم یار خان میں "نقیبِ ختمِ نبوت" اور عالمی مجلسِ احرارِ اسلام کا دیگر لٹریچر ہم سے حاصل کریں

ابو معاویہ حافظ محمد صدیق قمر مدرسہ جامعہ فاروقیہ رحیم یار خان عثمان پارک فون ۴۹۱۵

لاہور میں "نقیبِ ختمِ نبوت" کا تازہ شمارہ ہم سے حاصل کیجیے!

چودھری بک ڈپو
اتحاد کالونی، مغل پورہ، لاہور

چند یادیں :

امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ماسٹر تاج الدین انصاریؒ

دُنیا ایک ایسی سرائے ہے جہاں لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ یہ لا متناہی سلسلہ مُدتِ مدید سے جاری ہے اور تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ جب کوئی عظیم شخصیت اپنی عظمت کا سکہ بٹھا کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو ایک ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے جو کسی صُورت پُر نہیں ہوتا تب ہم یادوں کے سہارے محبوب ہستیوں کو تصورات کی دنیا میں واپس لانے کی اُدھوری سی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جو ایک بار چلا جاتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ عظیم شخصیت کے مالک تاریخی انسان اور مجموعۂ کمالات تھے۔ جن خوش نصیبوں کو حضرت شاہ صاحبؒ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا انہیں معلوم ہے کہ رحمتِ پروردگار کس طرح موصوف کی دستگیری فرماتی تھی۔ مجھے آج حضرت شاہ صاحب کی زندگی کا ایک حیرت انگیز واقعہ پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قادیان کانفرنس کے انعقاد نے جب قصرِ مرزائیت کی دیواروں کو ہلا دیا تو خلیفۂ قادیان مرزا محمود صاحب نے حکومتِ پنجاب کی بے توجہی اور غیر جانبداری کا شکوہ کیا تاریں ہلیں اور حکومت کے کل پرزے حرکت میں آ گئے سوال یہ اُٹھایا گیا کہ قادیان مرزائیوں کا مقدّس مقام ہے مرزائی حضرات اسے اپنا کعبہ سمجھتے ہیں یہاں ان کے پیغمبر کا مزار ہے اس لئے قادیان میں کسی غیر مرزائی گروہ کو جلسہ یا کسی قسم کا مذہبی اجتماع کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے اگر اب ایسا ہوا تو فساد ہو گا جس کی ذمہ داری احرار یا گورنمنٹ پر ہو گی۔ مرزا محمود سے اس قسم کا احتجاج کرا کے حکومت نے نظر بظاہر اپنے ہاتھ مضبوط کر لئے چنانچہ حکومت پنجاب نے اعلان کر دیا کہ قادیان اور اس سے ملحقہ آٹھ میل کے رقبہ میں کسی غیر مرزائی خصُوصاً احرار کو جلسہ کرنے اور اس نیّت سے قادیان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے یعنی حکومت [illegible] گرفتاری یا بندی کی خلاف ورزی

تاریں لگا دیں تاکہ خلیفہ قادیان کی راجدھانی محفوظ ہو جائے۔ اس احتیاطی تدبیر کے بعد یہ سمجھا گیا کہ اب بخاریؒ کی تبلیغی یلغار کا خطرہ ٹل گیا ہے مگر یہ خوش فہمی تھوڑے ہی عرصہ بعد دُور ہو گئی احرار نے قادیان سے آٹھ میل اور کچھ فرلانگ دُور یعنی قانونی حدود سے ذرا ہٹ کر یک روزہ کانفرنس کا اعلان کر دیا اِرد گرد کے ہزارہا مسلمانوں کے اجتماع میں بخاریؒ نے ختم نبوت کے موضوع پر عام فہم اور دلنشیں انداز میں بڑی پیاری تقریر کی اس حادثے پر حکومت کھسیانی ہو کر رہ گئی پنجاب کی حکومت زیادہ بدنام نہ ہونا چاہتی تھی۔ اس لئے خاموش ہو گئی۔ مجلس احرار کے رہنماؤں نے ایچ پیچ کی بات کبھی پسند نہیں کی وہ اپنا تبلیغی حق کسی صورت چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے وہ اس صورتِ حال پر مطمئن نہ تھے انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ آٹھ میل کی پابندی کو قبول کریں۔ چنانچہ قانون شکنی کا فیصلہ کر کے احرار رہنماؤں نے یکے بعد دیگرے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی ایک ہنگامہ بپا ہو گیا حکومت نے خلیفۂ قادیان کے اطمینان قلب کے لئے جو پاپڑ بیلے تھے بیکار ثابت ہوئے تاہم آٹھ میل سے باہر جلسہ کرنے کی پابندی قائم رہی پابندی کی مدت ختم ہوتی تو تازہ پابندی لگا دی جاتی، یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا میں ان دنوں احرار کے سیاسی مشیر یا نمائندے کی حیثیت سے قادیان میں مقیم تھا مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ خلیفہ محمود کے کارندوں اور مشیروں نے اگر میرے خلاف ریشہ دوانی کر کے مجھے قادیان سے نکلوا دیا تو احرار کا پروگرام پایۂ تکمیل تک پہنچنے میں مشکلات کا سامنا ہو گا میں ابھی اس خدشے کو محسوس کر ہی رہا تھا کہ مجھے حکومت کی جانب سے چوبیس گھنٹے کے اندر قادیان چھوڑ دینے کا نوٹس موصول ہو گیا میں اس نوٹس کے لئے تیار تھا، چنانچہ میں نے اپنی مسجد میں قادیان کے مسلمانوں کو جمع کیا ان کے سامنے ایک تقریر کی میں نے کہا کہ یہ نوٹس جس کے ذریعہ مجھے قادیان سے نکالا جا رہا ہے میری منشا کے مطابق ہے میں نے سیاسی کارکن کی حیثیت سے ہندوستان کے کونے کونے میں کام کیا ہے اب مبلغ احرار کی حیثیت سے ہندوستان بھر کا دورہ کروں گا۔ یہ نوٹس میری تقریر کا عنوان ہو گا میں مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ کسی مرزائی مبلغ کو کسی شہر میں کسی قسم کی تبلیغ کی اجازت نہ دیں اگر حکومت کسی مسلمان کو ———— قادیان میں کہنے اور اسلام کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں دیتی تو ان مرزائیوں کو ہندوستان میں تبلیغ کا کیا حق ہے اس طرح کی باتیں کر کے میں مسجد سے چلا آیا دوسرے دن شام کی گاڑی سے مجھے قادیان کو خیر باد کہنا تھا، میری روانگی سے قبل مجھے ایک اور نوٹس ملا کہ میں قادیان سے باہر نہیں جا سکتا دیکھا حکومت کس مستعدی سے قادیان کے بارے میں قلم برداشتہ احکامات جاری کرتی تھی مجھے دو سال قادیان میں رہ کر اہلِ قادیان اور خداوندِ قادیان کے مطالعے کا موقعہ ملا کافی تجربہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اُمتِ مرزائیہ مسلمانوں سے براہِ راست ٹکر لینے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہوتی وہ اپنے مذہبی پیشوا خلیفہ قادیان کی سربراہی میں کسی قسم کا اقدام کرنے سے قبل، ایسی صورتِ حال پیدا کر دیتی ہے کہ جوابی

کارروائی کے لئے جب بھی مسلمانوں کا کوئی سا طبقہ میدان میں قدم رکھے تو ان کا مقابلہ مرزائیوں کی بجائے حکومت سے ہو۔ مرزائی بیچ میں سے صاف نکل جائیں آٹھ میل کی پابندی کے نوٹس نے یہی صورت پیدا کر دی تھی مرزائی بڑی خوبصورتی سے اپنا دامن صاف بچا کر نکل گئے تھے۔ احرار رہنماؤں نے اس صورتِ حال کا بغور مطالعہ کیا خود میں نے بھی جب مجھ سے رہنماؤں نے پوچھا اسی رائے کا اظہار کیا کہ ہمیں بحالاتِ موجودہ حکومت سے الجھنا نہیں چاہیئے اس الجھاؤ میں مرزائیوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے حکومت ان کے زیادہ قریب ہوتی جا رہی ہے قانون ان کے زیادہ دستگیری کر رہا ہے بہر حال کچھ عرصے کے لئے خاموشی طاری ہوگئی۔ اُمتِ مرزائیہ بھی مست ہو کر بیٹھ گئی حکومت نے بھی چین کا سانس لیا میری طبیعت جب قادیان کے مختصر گر روحانی کوفت کے میدان میں بور ہو جاتی تھی تو میں دو ایک روز کے لئے چودھری افضل حق سے ملنے لاہور چلا آتا یا حضرت شاہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے امرتسر ان کے دولت کدہ پر حاضر ہو جاتا تھا اس طرح تسکینِ قلب حاصل کر کے تازہ دم ہو کر پھر قادیان پہنچ جاتا تھا۔ میری پابندی ختم ہو چکی تھی آٹھ میل والی پابندی کے ختم ہونے میں ابھی دو چار دن باقی تھے۔ حکومت بار بار تازہ پابندی لگانے سے بدنام ہو چکی تھی اب اسے پابندی لگانے میں تذبذب تھا۔ احرار نے بظاہر پابندی قبول کر لی تھی۔

حضرت امیر شریعت کا جذبہ اخلاص

میں ایک روز حضرت شاہ صاحب سے ملنے کے لئے قادیان سے امرتسر ان کے مکان پر پہنچا تو وہ بے تابانہ مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ فرمانے لگے ہم نے تمہیں خطرناک محاذ پر بھیج رکھا ہے ہم وہاں پہنچ بھی نہیں سکتے کیا کیا جائے پھر فرمانے لگے یار کوئی تگڑم لڑاؤ مجھے کسی طرح قادیان لے چلو میں نے ادب سے عرض کیا شاہ صاحب اپنے بس کی بات نہیں ہے کچھ دن خاموش رہنا مناسب ہے۔ اللہ بہتر کرے گا۔ آپ کی دُعائیں شاملِ حال ہیں۔ میں اپنے کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتا۔ اس طرح کافی دیر قادیان کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ قادیان سے جانبِ مشرق تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک ہفتہ بعد احرار کی ایک روزہ کانفرنس میں حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر ہونے والی تھی مجھے شاہ صاحبؒ نے فرمایا اس اجتماع کے موقع پر تم آؤ گے؟ میں نے حاضری کا وعدہ کیا اور واپس قادیان چلا آیا، آٹھ میل والی پابندی ختم ہوئی تو مرزائیوں نے پھر داویلا شروع کیا ان کا پراپیگنڈا یہ تھا کہ جس روز عطاء اللہ شاہ بخاریؒ قادیان میں قدم رکھیں گے یہاں خوفناک فساد ہوگا، مگر حکومت نے اس پراپیگنڈے کا کوئی اثر نہ لیا، اب وہ نئی پابندی لگانے میں پس و پیش کر رہی تھی یعنی پابندی کا معاملہ معلق تھا۔

یک روزہ احرار کانفرنس

اعلان کے مطابق قادیان سے نو دس میل جانب مشرق کسی بڑے گاؤں میں مسلمانان علاقہ کا بہت بڑا اجتماع ہوا۔ نماز عشاء کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے ایمان افروز تقریر کی مجمع خاموشی سے دم سادھے ہمہ تن آغوش تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے نور کی بارش ہو رہی ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ جب لحن داؤدی میں آیات ربانی تلاوت کرتے تو سامعین پر وجد طاری ہو جاتا۔ تہجد کے وقت تک رشد و ہدایت کے دریا بہتے رہے دعاء کے بعد اجلاس بخیر و خوبی برخاست ہوا مجھے اسی کمرے میں سونے کے لئے جگہ مل گئی جہاں حضرت شاہ صاحبؒ کو ٹھہرایا گیا تھا۔ فجر کی اذان سے تھوڑی دیر قبل میری آنکھ کھلی میں نے حضرت شاہ صاحب کو جگایا اور ان سے عرض کیا کہ ہمیں سورج طلوع ہونے سے قبل بٹالے پہنچ جانا چاہیئے۔ آپ ضروریات سے فارغ ہو کر وضو بنالیں میں ڈرائیور کو جگاتا ہوں اور اسے کہتا ہوں کہ بس کو سٹارٹ کرے۔ ہم نے صبح کی نماز پڑھی میں نے ڈرائیور سے سرگوشیوں میں پروگرام طے کر لیا۔ اگلی سیٹ پر میں اور حضرت شاہ صاحبؒ بیٹھ گئے۔ پیچھے باقی کارکن بیٹھ گئے۔ بس چلی تو سبھی اونگھنے لگے، حضرت شاہ صاحب مجھ سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ پانچ چھ میل کے فاصلے پر موڑ آگیا ایک راستہ بٹالے کو اور دوسرا قادیان کو جاتا تھا بس قادیان کی سڑک پر ڈال دی گئی میرے اور ڈرائیور کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا کہ بس کدھر جا رہی ہے سورج کی شعاعیں پھوٹیں تو ہر شئے نظر آنے لگی۔ ریلوے لائن کو جب بس نے کراس کیا تو جھٹکا سا محسوس ہوا، اونگھنے والے بیدار ہوئے چھڑی گھماتے ایک صاحب خراماں خراماں چلے جا رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہم کدھر جا رہے ہیں یہ کیسی آبادی ہے ———— ؟ میں نے عرض کیا یہ صاحب جو چہل قدمی فرما رہے ہیں ڈاکٹر محمد اسماعیل ہیں مرزا محمود کے ماموں جان۔ اور یہ سامنے دیکھئے منارۃ المسیح اور یہ ہے قادیان اتنے میں ہماری بس قادیان کی بستی میں داخل ہو چکی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کی قادیان میں آمد کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، مسلمان ہندو اور سکھ گھروں سے نکل آئے دوسری طرف مرزائیوں کے ہاں بھی کھلبلی مچ گئی۔ مسلمانوں کو یوں محسوس ہوا جیسے انتیس کو عید کا چاند نمودار ہو گیا ہو۔ چہل پہل شروع ہو گئی۔ تھانیدار دوڑا دوڑا ہانپتا کانپتا میرے پاس آیا کہنے لگا کیا غضب کیا ہے کسی کو کانوں کان خبر نہیں اور شاہ صاحبؒ بلا اطلاع قادیان پہنچ گئے ہیں۔ ارے بھئی افسران بالا کو ہم کیا جواب دیں گے۔ بیچارہ بوکھلا گیا تھا میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا ؛ کوئی غضب نہیں ہوا بس اک ذرہ سا پروگرام ہے منہ ہاتھ دھو کر حضرت شاہ صاحبؒ چائے کی ایک پیالی پی لیں۔

ابھی ایک آدھ گھنٹے میں تشریف لے جائیں گے گھبراؤ نہیں تھانے میں جاکر آرام سے بیٹھو بے چارہ بے وقوف بن کر چلا گیا۔ ایک گھنٹہ بعد پھر آگیا پوچھنے لگا شاہ صاحب جانے کے لئے تیار ہو گئے؟ میں نے کہا رات بھر کے جاگے ہوئے تھے سو گئے ہیں۔ ایک گھنٹہ آرام کر لیں گھبرانے کی بات نہیں وہ زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہریں گے نہیں چلے جائیں گے۔ تھانیدار منہ کھا کر پھر واپس چلا گیا مسلمانوں نے واقعی عید کی سی خوشی منائی ایک بکرا ذبح ہوا تنور گرم ہو گئے روٹیاں پکنے لگیں، عورتیں بچے بوڑھے اور جوان خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ شاہ صاحب جب دس بجے کے قریب سو کر اُٹھے تو تھانیدار صاحب پھر وارد ہوئے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے تھانیدار کو بتا دیا کہ اب شاہ صاحبؒ واپس تشریف لے جانے سے قبل غسل فرمائیں گے تب جائیں گے۔ تھانیدار پھر واپس ہو گیا ایک گھنٹے بعد کھانا تیار ہو گیا تھانیدار آیا اور دیکھ کر چلا گیا اسے اطمینان ہو گیا کہ ایسے معزز مہمان کو کھانا کھلائے بغیر کون جانے دیتا ہے کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنے ایک رضا کار کو بلایا اُسے کہا کہ ٹین کا کنستر بجا کر قادیان کے گلی کوچوں میں اعلان کر دو کہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مسجد شیخاں میں ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کریں گے اس اعلان سے قادیان میں ہڑبونگ مچ گئی۔ بھاگیو، دوڑیو، لیجیو، پکڑیو، پولیس الگ بھاگی پھرتی تھی۔ مرزائیوں کی سی آئی ڈی الگ پریشان ہو رہی تھی۔

قصرِ خلافت میں اہم میٹنگ

مجھے نہیں معلوم کہ مرزا محمود صاحب کے قصرِ خلافت میں کیا مشورہ ہوا مگر جو کچھ میرے سامنے آیا میری آنکھوں نے جو نظارہ دیکھا اس سے جو نتیجہ اخذ ہو سکتا تھا وہ یہی تھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو تقریر کا موقعہ نہ دیا جائے۔

حضرت شاہ صاحب کی تاریخی تقریر

اعلان کے فوراً بعد پولیس گارد مسجد شیخاں کے موڑ پر پہرا جما کر کھڑی ہو گئی اسے خیال یہ تھا کہ حضرت شاہ صاحب بازار کے سیدھے راستے مسجد میں تشریف لائیں گے مگر میں کسی اور فکر میں تھا چنانچہ میں نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ آپ کا جی خوش ہو جائے گا۔ میں انہیں مرزائیوں کے خاص محلے میں سے گزار کر سیدھا قصرِ خلافت کی جانب لے گیا مرزا محمود کے محل کے پاس سے ایک چھوٹی سی گلی سے نکل کر ہم مسجد شیخاں میں بخیریت پہنچ گئے۔ کس قدر خطرناک راستہ تھا مگر اللہ کا فضل